Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق

جلد نمبر06، شمارہ نمبر02، دسمبر- 2025

کافکا اور Kafkaesque سماجی بازدید: بحوالہ The Trail,

Kafka and kafka-aesque:A Social Visitation by "The Trail"

Dr Rizwana Naqvi

Assistant professor, Dep Urdu Language and Literature

University of Sargodha

Dr Syed Murtaza Hassan

Assistant professor Dep of Urdu Language and literature

Govt. Ambala Muslim Graduate college Sargodha.

ڈاکٹر رضوانہ نقوی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو زبان اور ادب

یونیورسٹی آف سرگودھا

ڈاکٹر سید مرتضیٰ حسن

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو زبان اور ادب

گورنمنٹ امبالا مسلم گریجویٹ کالج سرگودھا

eISSN: 2789-6331

pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2025 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The social oppression is a central theme in kafka's writings, where characters are trapped under the inexorable system of bureaucracy, family pressure and hidden incomprehensible control of the state. Which creates seclusion , alienation and negligence and these all become entangled in a meaningless cycle of life , where they do not even understand what fatalism is being done to them. Kafka's Characters often suffer the meaninglessness of life by both personal and social ends, thy try to get rid of from such a maelstrom of life but efforts go to the vain so they found life is a purposeless process .As a result of social pressure his characters feel cut off from society and even from themselves, they become lonely and their existence seems alien to them. This oppression isn't by a single person or institution but work through a faceless system which is impossible to understand or fight, kafka's renowned three novels show such social and existential situation .kafka's novels are a perfect reflection of modern man's fear, misery ,uncertainty, and existence under the pressure of the state, family and society, which still retain their relevance today.

Keywords: Kafka, Kafka-aesque , josef K, illegal trail, fictional world, terror, oppression, complexity, illogical bureaucracy,

کافکا بہت کثیر الجہت اور آفاقی فنکار ہے اس قدر کہ اس کی تحریروں کی گرہ کشائی ایک عرصہ سے جاری ہے اور ابھی ایک عرصہ مذید درکار ہے۔ہیرلڈ بلوم نے کافکا کو بیسویں صدی کا سب سے بڑا فنکار قرار دیا تھا باوجود اس کے کہ کافکا Marsel proste یا james joice سے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر- 2025

بڑا تخلیق کار نہیں ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے احساس اور روحِ عصر کو اس سے بہتر کوئی اور پیش نہیں کر سکا ہے۔ کافکا ایک حقیقی فنکار تھا جس کی زندگی کا دوسرا نام لکھاوٹ تھا وہ سراپا تحریر تھا اور تحریر کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا اسی بنا پر اسے اپنی پیشہ ورانہ اور سماجی زندگی پسند نہ تھی۔ وہ اپنا سارا وقت لکھنے اور پڑھنے میں صرف کرنا چاہتا تھا۔ تخلیق میں کاملیت کافکا کی سب سے بڑی خوبی ہے اسی بنا پر دیگر تخلیق کاروں کے مقابل اس کا تحریری اثاثہ کم ہے کیونکہ وہ اپنی تحریروں میں اتنی کانٹ چھانٹ اور ترامیم کیا کرتا تھا کہ اس کی تحریریں اپنے شکل اور مواد میں انتہائی مختصر مگر جامع اور عملی اور فکری حوالے سے ناقابل تردید ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات تو وہ ساری ساری رات اپنی تحریروں پر صرف کر دیا کرتا تھا۔ وہ سب سے پہلے اپنا ناقد خود تھا اور کبھی بھی اپنی تحریروں سے مطمئن نہیں ہو پاتا تھا سو اس کی تحریریں تادم آخر مسلسل کانٹ چھانٹ ،رد و بدل اور استرداد کے عمل سے دوچار رہیں۔ کافکا کے تخلیقی اثاثے میں تین ناول The Trail, Metamorphosis, اور The Castel شامل ہیں۔ جبکہ متعدد افسانے اور اپنے پیاروں بالخصوص اپنے والد اور اپنی محبوباؤں کو لکھے گئے خطوط (جواب کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں) اور اس کی ڈائری کل ادبی اثاثہ ہیں۔ کافکا ہر فنکار کی طرح اپنی فنی ستائش و شہرت کا خواہش مند تھا (بعض ناقدین کے نزدیک اسے فنی ستائش کی چنداں پرواہ نہ تھی) لیکن اس کی زندگی میں اسے کوئی زیادہ شہرت نصیب نہ ہوئی چند ایک تحریریں تھیں کہ جو اس وقت کے مشہور ادبی رسائل میں چھپیں اور اس کے بعد طبیعت کی ناسازی، مزاج کی ابتری اور کچھ مایوسی کی بنا پر بیشتر تحریریں خود فراموشی کا شکار رہیں۔ مرتے وقت اس نے اپنے دوست "میکس بروڈ" کو نصیحت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس کا تمام کام جلا دیا جائے (محققین و ماہرین یہ بھی کہتے ہیں کہ درپردہ کافکا کی یہ خواہش تھی کہ اس کا تخلیقی کام دنیا کے سامنے آئے اور اسے معلوم تھا کہ میکس براڈ ہی وہ مخلص شخص ہے کہ جو اس کا تخلیقی اثاثہ سنبھال سکتا تھا، چنانچہ تخلیقات ضائع کر دینے کی خواہش کے باوجود وہ کافکا سے اتنی محبت کرتا تھا کہ وہ اس کی پوری زندگی کی محنت کو ضائع نہ کر سکتا تھا، اسی بنا پر اس نے اپنی بہنوں اور دیگر دوستوں کی بجائے میکس براڈ سے اس خواہش کا اظہار کیا) لیکن "میکس براڈ" نے ایک سچا دوست ہونے کا فرض نبھاتے ہوئے کافکا کے لفظ لفظ پہ محنت کی۔ کافکا کا 95 سے 96 فیصدی کام اس کے مرنے کے بعد میکس براڈ ہی کی کاوشوں سے شائع ہوا۔ کافکا کے ناول بالخصوص، "حصار یا قلعہ" اور "مقدمہ"، نامکمل تھے جنہیں میکس براڈ نے کافکا کے فکر و قلبی تناظر میں مکمل کیا۔

جلد نمبر06، شمارہ نمبر02، دسمبر-2025

کافکا سکون، خوشی یا امید کا تخلیق کار نہیں ہے بلکہ اس کا فن مایوسی، ناامیدی، وحشت، جبر واستبداد، استحصال، انسانی وسماجی گھٹن اور لایعنیت کا نمائندہ ہے۔اس کا سبب اس کی ذاتی وسماجی حیات بھی ہے اور اس کے عہد کا بدلتا ہوا انسانی و جغرافیائی تناظر بھی۔ذاتی زندگی میں کافکا کو ایک جابر اور اکھڑ قسم کے باپ کے زیرِ سایہ رہنا پڑا، "Metamorphosis" میں "گریگر سامسا" کہانی کے مرکزی کردار کا باپ خود کافکا کے باپ ہی کا ایک روپ ہے۔کافکا کے بچپن کا ایک واقعہ مشہور ہے کہ نو سال کی عمر میں شدید سردی کی ایک رات تھی کافکا نے، لاڈ میں پیار و توجہ کے حصول کے لئے اپنے ماں باپ سے پانی مانگا، گو کہ پیاس اتنی شدید نہ تھی مگر وہ محبت چاہتا تھا۔ایسے عالم میں ان کے والد نے پہلے تو انہیں ڈانٹا اور ان کے رونے پر مزید غصے میں کافکا کو اٹھایا اور "پراگ" کی شدید سردی میں باہر بالکنی میں کھڑا کر کے دروازہ بند کر دیا۔نو سال کا وہ معصوم بچہ اپنی روح و جسم پہ انسانی اور موسمی جبر سہتا یہ سوچتا رہا کہ آخر اس سے ایسی کیا خطا ہوئی کہ جس کی اتنی بڑی سزا ملی؟ کافکا حساس تھے اور بڑھتی عمر میں خاندانی وسماجی رویوں کے حوالے سے یہ حساسیت بڑھتی چلی گئی۔کافکا کی حیات ونفسیات کے جانکار لکھتے ہیں اس واقعہ نے کافکا کی ذات کو بدل ڈالا اور "جبر" کا احساس ان کی ذات میں جاگزیں ہو گیا، اس واقعہ کے بعد انہوں نے اپنی ظاہری شخصیت کو ایک منظم و میکانکی خانے میں فٹ کر لیا اور اپنے باپ کے مکمل تابع فرمان بیٹے اور سماج کے پسندیدہ شخص کے پیکر میں ڈھل گئے۔کافکا نے دو زندگیاں جیئں ایک ظاہری، کہ جس میں سماج و خاندان کی کھینچی گئی لکیر ہی ان کا حاصل تھی، جبکہ دوسری باطنی جو خالص انسان کی سماجی صورتحال میں عدم مطابقت اور عدم مسابقت کو ظاہر کرتی ہے۔ان دونوں کی جھلک ان کی تحریروں میں عملی وردِّ عملی حوالوں سے فکری اور طنزیہ انداز میں جابجا نظر آتی ہے۔کافکا بنیادی طور پر ملحد مگر روحانیت کے قائل تھا۔انہوں نے اپنی ذات (مسلسل اذیت خیز بیماری اور رشتوں کی درشتی) اور سماج کے حوالے سے اتنا جبر اور اذیت دیکھی اور سہی تھی کہ ان کے لئے جینا نعمت نہیں بلکہ جبر و امتحان تھا۔کافکا کے نزدیک "زندگی": ایک بے معنی ولایعنی، بے مقصد و بے ترتیب مضحکہ خیز صورتحال ہے۔یہ سمجھ میں آنے والی اور سمجھی جانے والی شے نہیں ہے۔بلکہ اس کا ایک مشہور جملہ ہے:

One of the first signs of the beginning of understanding is the wish to Die(1)

یعنی زندگی سمجھ آنے کی پہلی نشانی یہ ہے کی انسان موت کی خواہش کرنا شروع کر دے۔

The meaning of Life is that it Stops(2)

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر- 2025

حیاتِ انسانی کا جوہر اس کے ٹھہر جانے یعنی موت میں ہے۔ کافکا کے نزدیک موت سب سے بڑا عمل، تمام سوالوں کا جواب اور بے پناہ آزادی کا استعارہ تھی۔ کافکا نے زندگی کو انفرادی واجتماعی طور پر اتنے جبر میں دیکھا تھا کہ حیات اس کے لئے محض تھکان اور بے معنی و بے مصرف عمل بن کر رہ گئی تھی۔ ان کے نزدیک انسان زندگی نہیں گزار رہا بلکہ گہری کھائی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس فکر کی پرچھا ئیں اس کی بیشتر کہانیاں ہیں۔ اس کی تقریباً تمام تحریریں غم، بیگانگی، اذیت، اندھیرا، مایوسی، مظلومیت، بے چارگی افسر شاہی کے مظالم سے پستے مجبور انسانوں کے ڈپریشن، اینزائٹی اور موت کو درشاتی ہیں۔ کافکا کے کردار وہ بے بس و بے کس انسان ہیں کہ جنہیں ہاتھ پیر باندھ کے دنیا کے جہنم میں اپنے سے کئی گنا بڑی طاقتوں سے لڑنے کے لیے بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان کے تمام کردار کسی نہ کسی اتھارٹی سے لڑ رہے ہوتے ہیں۔ کافکا انسانی ذات و سماج سے غیر مطمئن تھے ہی، لیکن ان کی فکر پر ادبی حوالے سے دوستوفسکی کے اثرات بھی بہت گہرے ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ "دوستوفسکی" کے ہاں زندگی کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی مقام پہ اثباتیت، امید اور روشنی کا ہاتھ تھام لیتی ہے۔ یا اتنی بے معنی، بے کار اور بے ہودہ نہیں ہے کہ اس پر دوسری نگاہ نہ ڈالی جا سکے۔ جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہوا، کافکا کے اس سارے مایوسانہ اور بے معنی تناظر کی وجوہات ذاتی بھی ہیں اور سماجی بھی بچپن سے جوانی تک کافکا کو اپنے گھر میں اپنے باپ کی صورت ایک سخت اور جابر قسم کے انسان سے واسطہ پڑا، دوسری وجہ ان کی اپنی صحت کہ ٹی بی کے شدید مرض نے زندگی کو ناقابل برداشت بنا دیا تھا۔ تیسرا محبت میں ناکامی انہوں نے تین عشق کی اور تیسرا عشق جو "لیڈی میلینا" سے کیا وہ شدید تھا مگر ناکام ٹھہرے۔ اور چوتھی سب سے بڑی وجہ اس وقت کی عالمی بالخصوص مغربی صورتحال تھی ان کا بیشتر کام پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران لکھا گیا اور چونکہ کافکا نسلاً یہودی تھے تو انہوں نے دیگر انسانوں سے بڑھ کر یہودیوں کے ساتھ ظلم و جبر کا جو غیر انسانی برتاؤ دیکھا اس کے تحت ان کے لیے زندگی محض ایک تاریک سیاہ ہیولا اور ایک بدنما دھبہ بن کر رہ گئی۔ کافکا گو ہٹلر کے عہد سے پہلے رخصت ہو گئے تھے لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد ان کی تینوں بہنیں اور محبوبائیں گیس چیمبرز میں جلا دی گئیں تھیں اور یقینی طور پر کافکا کے ساتھ بھی یہی ہوتا۔

‘‘The Developments of the warped 20th century itself brought Kafka’s work prescient accounts of the banality of terror to the world’s attention of languages.(3)

کافکا کے سبب ورلڈ ڈکشنری میں ایک نیا لفظ

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر06، شمارہ نمبر02، دسمبر- 2025

"Kafkaesque"

متعارف ہوا جو انہونی، ڈر، خوف اور بدشگونی سے منسلک ہے یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسی کیفیت و تاثر کہ کچھ برا ہونے والا ہے مگر ہم بے بسی و بے کسی میں کوئی "اپائے" کرنے سے قاصر ہیں۔ بالخصوص اجتماعی جبر کی ملکی و حکومتی صورتحال جہاں عدل اور انسانی وقار کے اصول بکھر جاتے ہیں، مطلق العنانیت انسانوں سے ان کے جینے کا حق چھین لیتی ہے اور انسان چاہ کے بھی کچھ نہیں کر پاتا۔ اجتماعی بے کسی و بے بسی جس کا نمائندہ سماج بھی ہے اور فرد بھی۔

آکسفورڈ ورلڈ ڈکشنری کے مطابق:

Characteristic or reminiscent of Franz Kafka's fictional world, especially with the reference to his portrayal of oppressively complex and seemingly illogical bureaucracy.(4)

(یہ لفظ فرانز کافکا کی افسانوی دنیا کی یاد دلاتا ہے، خاص طور پر اس کی پیش کردہ جابرانہ، پیچیدہ اور بظاہر غیر منطقی بیوروکریسی کی صورتحال)

جبکہ کیمرج ڈکشنری کے مطابق:

Extremely unpleasant, frightening, and confusing situations described in the novels of Kafka.(5)

(بے حد ناخوشگوار، خوفناک اور پیچیدہ صورتحال جو کافکا کے ناولوں میں پیش کی گئی ہے)

Kafkaesque دراصل بیسویں صدی میں ابھرتی اجتماعی و انفرادی بے معنویت، بے چینی، بے بسی اور بے گانگی کا آئینہ ہے۔

کافکا کے ناول "کایا کلپ 1915ء" (Metamorphosis) "مقدمہ 15-1914" (The Trail) اور "قلعہ 1915" (The Castel) ایک ہی صورتحال کے مختلف رخ ہیں۔ جہاں زندگی بے معنی، حقیر اور ایک نادیدہ شکنجے میں جکڑی نظر آتی ہے۔ بظاہر سب کچھ نارمل اور ٹھیک ہوتے ہوئے بھی کچھ ٹھیک نہیں۔ ایک نادیدہ ہاتھ، ایک ان دیکھی طاقت (قدرت، خدا، بیوروکریسی) جو چاہے، جیسا چاہے

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر- 2025

فیصلہ کردے۔ فرد بے بس ہے انتہائی بے بس وہ دنیا میں بظاہر آزاد بھیجا گیا ہے مگر اس کی صورتحال قابلِ رحم، اذیت ناک اور کلّی طور پر افسوس ہے۔ اس کی کوئی جائے پناہ نہیں اور نہ ہی وہ آزاد ہے، موت ہی اس کی جائے پناہ اور آزادی ہے تینوں ناولوں کا اختتام اس حقیقت کا نمائندہ ہے۔ اور حقیقت کا یہ ادراک ہی Kafkaesque ہے۔مغربی ادب میں ایسی پیچیدہ و رنجیدہ صورتحال کے لئے Metamorphosisکا ابتدائی جملہ سب سے زیادہ مشہور ہوا:

‘’One morning ,when Gregor Samsa woke from troubled dreams , he found himself transformed in his bed into a horrible vermin.(6)

جبکہ کافکا کے دوسرے مشہور ناول "مقدمہ" میں "joseph K"، کے آخری الفاظ:

‘’Like a Dog’’(7)

جبر و بے بسی کے اس ماحول میں انسانی حیات کی بے وقعتی، ذلت و اذیت کی داستان ہے جس میں متذکرہ صورتحال سے منسلک ہر فرد کا وقوعہ اور درد بیان ہوتا ہے۔" The Castel "کا بیانیہ اور اختتام بھی اسی المیاتی صورتحال کو محیط ہے۔

کافکا کا تمام ترکام لیکن بالخصوص یہ تینوں ناول انفرادی و اجتماعی بے یقینی، عدمِ اعتبار اور عدمِ استحکام میں پنپتی ساجیت سے منسلک ہیں۔ یہ محض تین کہانیاں یا بیسویں صدی میں عالمی جنگوں کے موجود و پیش آمدہ مسائل و اثرات کا بیان ہی نہیں بلکہ ہر اس ملک و قوم میں کہ جہاں عدل کے نام پر جبر اور سیاست کے نام پر کاروبار، عبادات اور اخلاقیات کے نام پر ریاکاری گھر کر لیتی ہے وہاں ‘’Trail’’ (مقدمہ) اور " The Castle"، (قلعہ) ہماری آپ کی انفرادی و اجتماعی ذات کا استعارہ بن جاتے ہیں، جہاں سماجی سیاسی و معاشرتی عکس کرب و الم اور انسانی بے بسی کو شناختے ہیں۔ یہ محض وطن عزیز کا تناظر ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے ملک سے آگے بڑھتے ہی ساری عالمی تاریخ پر غائرانہ نگاہ ہر زوال پذیر معاشرے میں "مقدمے" ہی کی صورت نظر آتی ہے۔ اور یہ ناول استحصالی و زوال پذیر انسانی صورتحال کا آفاقی حوالہ بن جاتا ہے۔ اس ناول کی کہانی ہر اس عہد کی کہانی ہو گی کہ جہاں حرص و ہوا کا بھوت اقتدار میں ناچنے لگے منصف بداعمال ہو جائیں۔ جبر کا ہتھوڑا عدل کے کیل ٹھونکنے لگے تو انسانیت کے تابوت میں تعفن اور ذلت کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ وہاں زندگی ایک حقیر و ذلیل کتے سے بدتر ہو جاتی ہے۔ اور

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر06، شمارہ نمبر02، دسمبر- 2025

سانسوں کی مشقت بے معنی اور بوجھ بن جاتی ہے۔ وہ صدام کی جابرانہ حکومت ہو۔ ایران کے پاسداران ہوں۔ شمالی کوریا ہو یا پھر وطن عزیز کی سرزمین کہ جہاں ہر جگہ آپ کو "مقدمے" کی جھلک بار بار نظر آئے گی۔ کہانی بظاہر سادہ اور اکہری ہے مگر اس کی معنوی اور انسانی صورتحال انتہائی گنجلک ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا فرانز کافکا، Fyodor Dostoevsky سے شدید متاثر تھے بالخصوص ان کے ناول "Crime and Punishment" جس کے اثر کے حوالے سے جبر اور گنجلک انسانی نفسیاتی صورتحال "مقدمہ" میں پنپتی نظر آتی ہے۔ جبکہ بعض ناقدین کے نزدیک ناول "مقدمہ"

The "Trail is a fore shadowing of totalitarian regimes, where arbitrary authority can oppress citizen with no real purpose or accountability.(8)

جبکہ کچھ ناقدین کے نزدیک:

"The novel's themes are in formed by Kafka's own experiences working as an insurance officer and his struggle within restrictive social and institutional environments"

دراصل یہ انفرادی جبر، اجتماعی جبر ہی کی ایک صورت ہے۔ "Joseph K" اس کہانی کا بنیادی کردار ہے ایک دفتری اہلکار، بظاہر مطمئن یا پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ میراجی کی "خودکشی" والے عمل میں خوش باش۔ اپنی تیسویں سالگرہ کے روز اپنے معمولات کو شروع کرنے کے درپہ ہے کہ اچانک بغیر یونیفارم کے دو اشخاص اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں اور اسے بتاتے ہیں کہ جوزف ان کی حراست میں ہے وہ آج سے آزاد نہیں ہے۔ بنا یہ بتائے کہ اس کا جرم کیا ہے؟ اسے گرفتار کرنے والے کون ہیں؟ اسے کیوں گرفتار کیا جارہا ہے؟ کس کے حکم پہ گرفتار کیا جارہا ہے؟ اس پر مقدمہ کرنے والا کون ہے؟ فقط اتنا احسان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی معمول کی زندگی گزار سکتا ہے۔

Someone must have been telling lies about Josef K., he knew he had done nothing wrong but , one morning , he was arrested.

……………….

There was immediately a knock at the door and a man entered. He had never seen the man in this house before.....................He wants Anna to bring him his breakfast, there was a little laughter in the neighbouring room .It was not clear from the sound of it whether there were several people laughing.The strange man Couldn’t have learned anything from it that he hadn’t know already, but now he said to K., as if making his report.

‘‘It is not possible.’’ ‘‘it would be the first time that’s happened ,Said k.(10)

جوزف کے اصرار پر وہ لوگ اسے بتاتے ہیں کہ ہم تو بہت چھوٹے درجے کے ملازم ہیں جو ماسوا اطاعت کے اور کچھ نہیں کرتے ہمارے پاس کوئی معلومات نہیں کہ ہم تمہیں اس حوالے سے آگاہ کر سکیں۔ وہ افسر کرپٹ ہیں "جوزف" سے رشوت طلب کرتے ہیں یہاں تک کہ اس کا ناشتہ بھی کھا جاتے ہیں۔ جوزف بظاہر آزاد ہے لیکن وہ شدید نفسیاتی اور باطنی خلفشار کے ساتھ ساتھ گھٹن اور جکڑن محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ اک ان دیکھا پھندہ اس کے گرد کسا ہوا ہے اور وہ بظاہر آزاد فضا میں سانس لیتے ہوئے بھی قید ہے۔ کچھ روز بعد "جوزف کے" کو اپنے پیشہ وارانہ معمولات کے دوران ایک فون کال موصول ہوتی ہے اور اسے ایک بلڈنگ کا نمبر بتا کر ہر اتوار پیشی کا حکم سنایا جاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ کوئی تفصیل پوچھتا فون بند کر دیا جاتا ہے۔ بروز اتوار جوزف اس بلڈنگ کے پاس پہنچ کے حیران ہو جاتا ہے کہ وہ تو ایک پسماندہ بستی کی پانچ منزلہ رہائشی عمارت ہے جس کے فلیٹوں کے دروازے کھلے ہیں اور معمولات حیات پوری طرح رواں دواں ہیں، چہل پہل، ہنسی ٹھٹھا اور شور و غل۔ وہ بہت حیران اور کافی حد تک غصہ بھی ہوتا ہے کہ کسی عدالتی کاروائی کا اس رہائشی ہما ہمی میں کیا کام پھر چونکہ وہ افسرانہ انداز و پہناوے میں ملبوس ہے تو لوگ حیرت سے اسے تکتے ہیں۔ وہ شرمندگی محسوس کرتے ہوئے پلٹ جانا چاہتا ہے مگر عدالتی کاروائی کا بوجھ اور عدم پیشی کی صورت میں قید کر دیئے جانے کا اندیشہ اسے پوچھ گچھ پر مجبور کرتا ہے۔ چنانچہ وہ پوچھتا پچھاتا ایک رہائشی عمارت کی پانچویں منزل پر پہنچتا ہے جہاں ایک کمرے میں عدالتی کاروائی جاری ہوتی ہے۔ مگر وہ کمرہ بھی رہائشی کمروں سے ملحق اور منسلک ہوتا ہے عدالتی کارندہ اسے دیکھتے ہی پھٹ پڑتا ہے کہ وہ اتنی دیر سے کیوں آیا ہے؟ جوزف وضاحت کرتا ہے کہ اسے فقط بلڈنگ کا بتایا گیا تھا وقت اور مقام کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ اب یہ صورتحال دیکھئیے اور ملک عزیز میں 1958 کے بعد سے آج تک جاری عصری صورتحال پہ نگاہ کیجئیے، عدالتی نظام اور اس کی

موجودگی میں پنپنے والے جبر کے نظام کا وہ تسلسل جو آج تک قائم ہے، ماورائے عدالت معاملات، عقوبت خانے، رہائشی کالونیوں میں عدالتی وحیاتی فیصلے۔ سب مجسم ہو کر سامنے آجاتے ہیں وقت سو سال بعد بھی نہیں بدلا طاقتوروں کے جبر اور عوامی بے بسی کا یہ سلسلہ اتنا طاقتور اور طویل ہے کہ چہرے اور رنگ بدل بدل کر آج بھی اپنی من مرضی کی ساجیت روا رکھے ہوئے ہے۔ کافکائی جبر کے یہ حوالے اردو کے مزاحمتی ادب میں مجسم ہیں۔ اس صورتحال کا معنوی عکس محمد حنیف کے ناول

The Case of Exploding mangoes میں بھی کئی مقامات پر نظر آتا ہے:

In ten minutes he had drafted a statement on my behalf and made me sign it. The statement said that as the only male member of the family, I didn't want an autopsy , I didn't suspect foul play and I had found no suicide note(11)

Iwanted to Check they have given you food because sometimes they like to starve the newcomers. You can share mine. Lentil soup garnished with gravel and fifty fifty bread that is half flour and half sand.Your military chefs are very consistent. I have received the same food for nine years.(12)

"مقدمہ" میں بشر کی شناخت طاقت و مطلق العنانی کے سامنے گم کردہ ہے، کہ جب "جوزف کے" کی شناخت ایک کارپینٹر کے طور پہ کی جاتی ہے تو وہ پھٹ پڑتا ہے۔ اور بتاتا ہے کہ وہ کوئی دستکار نہیں بلکہ ایک دفتری آدمی ہے جس نے آج تک کوئی جرم نہیں کیا۔ جب وہ یہ شخص ہی نہیں تو پھر مقدمہ کا قیام چہ معانی؟؟ "جوزف" اپنے دفاع میں وہ لمبی چوڑی وضاحت دیتا ہے مگر یہ طے ہو چکا ہے کہ وہ مجرم ہے تو اسے مجرم ہونا ہے۔ سو اس کی سنی ان سنی کر دی جاتی ہے اور اتوار کی پیشی پر مسلسل حاضر رہنے کا حکم ملتا ہے۔ اس مقام پر جنرل ضیاء کے دور کے ملک کی سیاسی صورتحال "جوزف کے" کے حوالے سے تصدیق پاتی ہے کہ جب بھٹو صاحب کے وکیل ان کی بے گناہی کے دلائل و شواہد پیش کر رہے تھے تو جج صاحبان نے فرمایا

" جلدی ختم کیجئے ہمیں فیصلہ سنانا ہے"(13)

ایسے طے شدہ فیصلے ہر اس انسانی سماج کا افق تاریک کر دیتے ہیں جہاں بیوروکریسی انسان حقوق و عظمت کو پامال کر کے محض طاقتوروں کی خوشنودی کو سامنے رکھے۔ ایسے ملک و قوم نہ کبھی ترقی کر سکتے ہیں اور نہ ہی انسانیت یہاں پھل پھول سکتی ہے۔

یہاں لاکھ عذر تھا گفتنی

وہاں ایک حرف کہ کشتنی

جو کہا تو ہنس کے اڑا دیا

جو لکھا تو پڑھ کے مٹا دیا(14)

ناول کے سارے سلسلے میں اخلاقی زوال عروج پہ ہے "جوزف کے" کو گرفتار کرنے والے لوگوں سے لے کر ہر اگلے قدم پر آنے والا شخص کرپٹ ہے اور وہ کسی نہ کسی صورت میں لوگوں کی مجبوریوں کا سودا کرنا چاہتا ہے۔"جوزف کے" جس بلڈنگ میں جاتا ہے وہاں پہ ہجوم ہے اور اس ہجوم میں متعدد لوگ ایسے ہیں جو جوزف کی ہی طرح سے سماجی طور پر معزز و محترم ایک اچھی زندگی گزار رہے تھے لیکن عدالتی نظام کے گورکھ دھندے نے انہیں مفلوک الحال اور جانوروں سے بد تر بنا دیا۔ ایسے میں خود شکار ہونے والے دوسروں کو شکار کرنے سے باز نہیں رہتے۔ کافکا نے اس پورے ناول میں پیش کردہ کرداروں کے ذریعے جا بجا انسانی جبر و زوال کو بڑی معنویت اور کثیر جہتی سے پیش کیا ہے۔ ناول میں جس مقام پہ بھی دیکھیں گے چاہے وہ جج ہوں، وکیل، عام انسان، معمولی ملازم سب مالی و اخلاقی بد دیانتی میں ملوث ہیں۔ اور ایک جبر جو مختلف حیلوں بہانوں سے روا رکھا جاتا ہے وہ یہ کہ "جوزف" اپنے ناکردہ و نامعلوم جرم کو قبول کر لے تو اس کی جان بخشی کی صورت نکل سکتی۔ یعنی ایک زمینی خدائی کا نظام ہے جہاں زندگیوں کے فیصلے انسانوں کے ہاتھ میں ہیں۔ اپنے ارد گرد نگاہ کیجئیے عقائد سے لے کر اعمال تک صوفی و ملا سے لیکر دوکاندار تک۔ افسر شاہی سے لیکر رکشہ وریڑھی بان تک۔ دانشوروں سے لیکر کسان تک سب کہیں تھوڑے کہیں بہت اس وبا کا شکار ہیں۔ اگلے اتوار جب وہ حکم کی اطاعت میں دوبارہ حاضر ہوتا ہے تو عدالت بند ہے۔ مگر رہائشی منزل پہ عدالت سے متصل وہ ایک خاتون جسے اس نے پہلی پیشی پر بھی دیکھا تھا جو اپنے معمول کے کاموں میں مصروف تھی۔ وہ "جوزف" کو دیکھ کے حیرت کا اظہار کرتی ہے اور

اسے بتاتی ہے کہ عدالت تو بند ہے۔ اسے نہیں آنا چاہیے تھا۔ مگر اقتداری دباؤ اور بے بسی میں وہ تو آنے کے لیے مجبور تھا۔ سو اسے آنا پڑا۔ ایسے میں وہ عورت اس سے بے تکلف ہوتی ہے اور اسے عدالت اور ماورائے عدالت کرپٹ صورتحال اور جج صاحبان کی رنگین مزاجی اور اپنے ساتھ ناجائز تعلقات کا تذکرہ کرتی ہے وہ اپنی اس زندگی سے ناخوش مگر مجبور ہے کہ اس سے اس کی روزی روٹی جڑی ہے۔ جوزف حیران وششدر ہے اور وہ اس عورت سے عدالت کا کمرہ دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ اور جب جج صاحب کی میز پر دھری قانون کی کتابوں کو کھولتا ہے تو حیرت کا جھٹکا کھاتا ہے کیونکہ وہ عدالتی کتابوں کے کور میں فحش ممنوعہ کتابیں پاتا ہے وہ مایوس ہو کر پلٹنے لگتا ہے کہ اس عورت کا شوہر جوزف کو سب سے اوپر راہداریوں کا نظارہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ جوزف مزید حیرت میں گھرا اس تنگ و تاریک جگہ پر جاتا ہے جہاں عدلیہ کے سائے میں مخدوش و معمولی حالتوں میں لوگ مختلف جگہوں پر پھنس کے بیٹھے جوا کھیل رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کبھی سماج کے معتبر و معزز لوگ ہوا کرتے تھے سماج ان سے پھلتا پھولتا نظر آتا تھا۔ لیکن اس وقت عدالتی نظام کا شکار ہو کر وہ قابل رحم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جوزف اور اس شخص کو دیکھ کر وہ اپنی جگہوں سے اٹھنے لگتے ہیں جوزف، اپنی سماجی برتری کے سبب اسے اپنا اعزاز سمجھتا ہے مگر جلد ہی اس پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ احترام اس کے لیے نہیں بلکہ عدالت کے اس ادنی ترین ملازم کے لیے ہے جس کی حیثیت اس کے پی اون کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس جگہ کی گھٹن، تاریکی اور بساند سے اسے اپنا دم گھٹتا محسوس ہوتا ہے اور وہ واپس جانے کی خواہش کرتا ہے تو عدالت کا وہ ادنی ملازم اسے ایک ایسا راستہ دکھاتا ہے کہ جس سے وہ چند لمحوں میں پانچویں منزل کے تاریک حصے سے واپس اپنے دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ تمام تر عمل ironic اور زوال پذیر سماج پہ ایک گہرا طنز ہے، کہ جب عدالتیں بکاؤ ہو جاتی ہیں تو وہ طوائفوں کے سائے میں پلتی ہیں، لوگوں سے ان کے جینے کا حق چھین کر سماج کو جہنم بنا دیتی ہیں، تاریخ پہ نگاہ پڑتے ہی مماثل صورتحال دعوت فکر دیتی ہے۔ جہاں عدالتوں میں بلاوجہ پھنسے لاکھوں کیس، ان گنت لوگ۔ نظام عدل کی ترجیحات۔ فیصلوں میں طرفداری اور ناانصافی اور حد تو یہ کہ نظام عدل سے اس سے بڑھ کے مایوسی اور کیا ہو گی کہ کسی سماج میں تیس روپے کے لیے چار جانیں تلف ہو جائیں۔ جوزف کا کچھ عرصہ آرام سے گزرتا ہے کہ ایک روز بینک میں سٹیشنری کے کمرے سے آتی آوازوں کے تعاقب میں جب وہ کمرے میں داخل ہوتا ہے تو سامنے انہی دو افسروں کو پاتا ہے جو پہلی بار اس سے ملے تھے وہ دو افسر مجرمانہ انداز میں ایک تیسرے شخص کے سامنے ہیں اور وہ انہیں پیٹنے کی تیاری میں ہے۔ چونکہ انہوں نے جوزف سے رشوت طلب کی تھی سو انہیں سزا دی جائے گی۔ جوزف حیران ہوتا ہے کہ اب اس سزا کا کیا مقصد اسے بتایا جاتا ہے

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر- 2025

کہ رشوت لینا مسئلہ نہیں ہے ہاں اگر شکایت ہو جائے تو پھر سزا دی جاتی ہے۔ کیونکہ "جوزف" نے عدالت میں ان لوگوں کی رشوت کی شکایت کی تھی سوانہیں سزا ملنا ضروری ہے جوزف ان کو معاف کر کے اپنا الزام واپس لیتا ہے لیکن وہ شخص جواب دیتا ہے:

"میں سزا دینے کے لیے آیا ہوں اور سزا دے کر ہی جاؤں گا"

"اوپر" کے حکم سے انحراف ممکن نہیں۔ (یہ "اوپر کا حکم" ہر بے بس انسانی سماج کی طرح ہم اپنے سماج میں بار بار پنپتا ہوا دیکھتے ہیں۔ جو طاقتور کے سامنے ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑا رہتا ہے مگر کمزور کو سزا دے دیتا ہے)۔ اور ساتھ ہی وہ انہیں پیٹنے لگتا ہے جوزف اس ڈر سے دروازہ بند کر کے باہر آجاتا ہے کہ یہ آوازیں کوئی اور نہ سن لے۔ چند دنوں بعد جوزف کے انکل اسے بینک میں ملتے ہیں اور اس سے مقدمے کے بارے میں استفسار کرتے ہیں۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ انہیں کیسے معلوم پھر وہ اسے لے کر ایک وکیل کے پاس جاتے ہیں اور یہاں کافکا عدل وانصاف کے نام پر اس دھندے کو بے نقاب کرتے ہیں جو بکھرے اور کچلے ہوئے انسانی سماج میں بلاخوف وخطر اپنا کھیل کھیل رہا ہے۔ ایک بڈھا کھوسٹ وکیل جس کی جوان سیکرٹری ہر آنے جانے والے کو لبھانے کو تیار نظر آتی ہے اور جو ججوں سے اپنے تعلقات کا ذکر فخریہ کرتی ہے وہ جوزف کے اور اس کے انکل کے سامنے بھی ادائیں دکھاتے کچن میں چلی جاتی ہے۔ یہ وکیل اس قدر طاقتور ہے کہ جج بھی اس کا پانی بھرتے ہیں آنے والے دنوں میں آہستہ آہستہ قانون کے اسے خوفناک تانے بانے کی ہر باریک تار سامنے آنے لگتی ہے۔ اور معلوم پڑتا ہے کہ یہاں بے گناہی کام آتی ہے نہ شواہد و گواہ بلکہ تعلقات اور روپیہ کام کرتا ہے۔

یہاں وکیل کے بیان سے جوزف کو معلوم پڑتا ہے کہ یہ سارا سلسلہ ونظام جس خاص گروہ یا شخصیت کے تحت چل رہا ہے۔ اس تک کسی کی رسائی ممکن نہیں۔ قانون کا سارا کھیل اور تمام فیصلے اوپر والی طاقت کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں کر دیں۔ ہم توان کے تابع اور حکم کے غلام ہیں۔ یہاں گواہ، شواہد وجرح لاحاصل وبے معنی ہے، یہ ایک گورکھ دھندہ ہے جو اس میں ایک بار پھنس گیا وہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ اگر کسی شخص نے ایک بار کوئی وکیل کر لیا تو وہ اسے بدل نہیں سکتا۔ کچھ عرصہ مزید گزرتا ہے جوزف زندگی سے بیزار ہونے لگتا ہے اسے لگتا ہے کہ یہ وکیل کچھ نہیں کر رہا ہے اسے اس پہ وقت اور پیسہ ضائع کرنے کی بجائے خود اپنا مقدمہ لڑنا چاہیے۔ یہ فیصلہ سنانے کو وہ وکیل کے پاس جاتا ہے تو وکیل کے کمرے کے باہر اسے ایک شخص جو اکثر وہیں پایا جاتا ہے۔ ملتا ہے وہ انتہائی بدحالی اور غربت کا شکار ہے وہ شخص اسے بتاتا ہے کہ کبھی وہ بھی اس شہر کا متمول اور معزز شخص ہوا کرتا تھا۔ آج وہ بھکاریوں سے بدتر وکیل کے ٹکڑوں پر پڑا ہے اور اپنا تمام اثاثہ وکیل کے سپرد

کر چکا ہے۔ جوزف افسوس وغصے کے عالم میں وکیل کو اپنی وکالت سے مستثنی کرتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ وہ اپنا مقدمہ خود لڑے گا۔ وکیل یہ سن کر بپھر جاتا ہے وہ اسے یاد دہانی کرواتا ہے کہ ایک بار جو وکیل کر لیا وہ بدلا نہیں جا سکتا۔ پھر وہ آواز دے کر باہر موجود اس شخص کو بلاتا ہے اور اسے ذلیل کرنے کی انتہا کرتے ہوئے کتوں کی طرح چار ہاتھ پاؤ پر چل کر باہر جانے کا حکم دیتا ہے۔ دوسرا شخص وکیل کے ہر حکم کو پالتو جانوروں کی طرح بجالاتا ہے۔ وکیل تحقیری اور تنبیہی انداز کے ساتھ جوزف سے کہتا ہے کہ یہ وہ چکرویو ہے کہ اس میں پھنس کر نکلنا محال ہے ابھی تک تو میں نے تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور تم میری وجہ سے ہی زندگی کے دن پورے کرتے رہے۔ اب اپنی زندگی کا جہنم بھگتنے کو تیار ہو جاؤ۔

جوزف یہ دھمکی سن کے واپس آجاتا ہے اور اس کے معمولات زندگی بیزاری سے ہی سہی جاری رہتے ہیں۔

اسی دوران جوزف کو ایک کلائنٹ کو کیتھڈرل دکھانے کے لیے لے جانا ہے لیکن کلائنٹ وقت پر چرچ نہیں پہنچتا تو جوزف چرچ میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا ہے اسی اثنا میں چرچ کا پادری اسے شخص کی حکایت سناتا ہے جو قانون کے دروازے پہ آیا، اس نے چوکیدار سے اندر آنے کے اجازت طلب کی مگر چوکیدار نے اجازت نہ دی وہ یہ عمل دہراتا رہا یہاں تک کہ عمر بیت گئی اور وہ اپنے آخری وقت تک آن پہنچا اب وہ قانون کے دروازے تک نہیں جا سکتا تھا تو عدالت کا چوکیدار اس کے پاس آیا اور اسے کہا کہ میں تمہارا دروازہ بند کرنے جا رہا ہوں اس آدمی نے کہا اب جب کہ میں مرنے کے قریب ہوں تو میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجھے اس دروازے کے آگے اپنے علاوہ کوئی اور شخص نظر نہیں آیا چوکیدار نے جواب دیا کیونکہ وہ دروازہ فقط تمہارے لیے تھا یہ سن کر "جوزف کے" نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایک شخص پر اتنا ظلم کہ اس کی عمر عزیز صرف ایک دستک میں ضائع ہو گئی پادری نے جواب دیا نہیں۔ ظلم تو اس چوکیدار کے ساتھ ہوا کہ جس کی ساری عمر اس پہرہ داری میں بیت گئی اگر وہ شخص اپنی جرات سے دروازہ پار کر جاتا یا اسے چھوڑ کر چلا جاتا تو چوکیدار کو اس کے انتظار میں پہرہ داری نہ کرنا پڑتی۔ مظلوم تو چوکیدار ہے، اگر وہ آدمی چاہتا تو وہ اس دروازے کو چھوڑ کے جا سکتا تھا وہ آزاد تھا لیکن اس نے آزادی قبول نہیں کی اس نے اپنی مرضی سے غلامی قبول کی اور وہ قانون کے دروازے کا غلام بنا رہا ظلم تو چوکیدار کے ساتھ ہوا کہ اس شخص کی وجہ سے ساری زندگی اسے دروازے کی پہرہ داری کرنا پڑی بنیادی طور پر تو چوکیدار قید تھا۔ "جوزف کے" نے یہ کہانی سنی اور وہ چرچ سے باہر چلا آیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کافکا دوستوفسکی سے بہت متاثر تھے، اسی نوع کی ایک کہانی دوستوفسکی کے مشہور ناول "برادرز کرامازوف" میں پادری اور حضرت مسیح سے

متعلق ہے جو سماجی صورتحال میں انسانی آزادی، انسانی ذمہ داری اور مذہبی روایات پہ سوال اٹھاتی ہے۔ ، یہ اہم قول کہ " قانون مکڑی کا وہ جالا ہے جس میں چھوٹے اور کمزور جانور پھنس جاتے ہیں جبکہ بڑے اور طاقتور جانور اسے پھاڑ کر نکل جاتے ہیں، "جوزف کے" ہی نہیں اجتماعی انسانی صورتحال سے متعلق ہے۔ اور اس واقعے کے کچھ روز بعد جب "جوزف کے" کی اکتیسویں سالگرہ تھی وہ ایک ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا کہ دو شخص اس کے قریب آئے انہوں نے دونوں بازوؤں سے اسے پکڑا اور ایک ویرانے میں لے گئے "جوزف" نے مزاحمت نہیں کی گویا وہ اس سارے سلسلے سے تھک چکا تھا۔ ایک پتھر پہ اسے بٹھایا اور خنجر نکال کر اس کے سینے میں گاڑ دیا۔ "جوزف کے" نے موت کے منہ میں جانے سے پہلے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور کہا:-

Like a Dog(15)

یعنی کیا تھی یہ زندگی جو کتے کی طرح مجبور و مقہور ہو کر گزارنا پڑی

کافکا کے اس ناول کی پڑھت محض ہماری سماجی عصری صورتحال ہی کو محیط نہیں بلکہ ہر اس زوال آمادہ اور زوال پذیر سماج کی کہانی انفرادی اور اجتماعی حوالے سے کہتی ہے کہ جہاں کا سیاسی، سماجی اور اخلاقی ڈھانچا ٹوٹ پھوٹ کر بکھرنے کے قریب ہے مگر منافقت، ریاکاری اور حقائق فراموشی کے سہارے اسے جوڑے رکھنے کی سعی کی جارہی ہے۔ ہر وہ سماج جس کی جڑوں میں کرپشن کا دیمک لگا ہے۔ جہاں نفسا نفسی کا بھوت ننگا ناچ رہا ہے۔ "مقدمے" میں ہر نوع کی وجودی، عدالتی، سیاسی، سماجی، اداراتی کرپشن موجود ہے، اگر ہم اپنی صورتحال پہ نگاہ دوڑائیں تو کتنے ہی پردہ نشینوں کے نام بے پردہ نظر آئیں گے جن کے شوق کے سبب ہزاروں لاکھوں لوگوں کی جانیں وار دی گئیں 1960 کا عہد 1970، 1980 سے آج تک ججوں، وکیلوں اور افسر شاہی کے سکینڈلز، سیاسی، ملکی اور عوامی فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، یہاں تک کہ بین الاقوامی فیصلے اور خالص ملکی مفادات بھی زن، زر اور زمین کے لیے تج دیے جاتے ہیں۔ کافکا صورتحال اور جملہ سازی کا بادشاہ ہے، مکمل کہانی اور تھیم تو ایک طرف اس کے ناولوں میں چھوٹے چھوٹے جملے اور واقعات کسی سحر ناک گیت اور آہنگ میں چھوٹی چھوٹی مرکیوں کی صورت میں ہوتے ہیں کہ جن کا وجود بظاہر معاون مگر درحقیقت ناگزیر ہوتا ہے۔ ان دو کرپٹ افسروں کی مار والا سین دیکھیے کہ متعفن اور کرم زدہ وجود پر پاؤڈر چھڑکنے سے مشابہ ہے۔ یہاں بیماری کا علاج نہیں ہو گا دکھاوا اور بہلاوا ہو گا۔ ہمارے سماج میں ہر سال سیلابی صورتحال کا نظارہ ، غیر قانونی ہاؤسنگ سوسائٹیز کا جنگل، جس کے نتیجے میں قیمتی جانوں اور سرمائے کا ضیاع مگر حل کوئی نہیں، چند دن کا احتجاج، بیان بازی اور پھر

وہی جبر واستبداد کا چکر ویو۔ ظالموں کے چہرے تلاش کیجئیے وہ سب ہمیں صاحبِ مسند واقتدار نظر آئیں گے۔ تھوڑا عرصہ گزرے گا کوئی اور مصیبت ان گھیرے گی۔ یا اور کوئی مشکل آن ٹھہرے گی پھر اس مسئلے پہ دھول پڑ جائے گی۔ سب سے اوپر بیٹھا گارڈ فادر اس سے نیچے درجہ بدرجہ زمینی خدا اپنی زمینی جنت میں مگن رہیں گے عوام کی صورت میں لاتعداد "جوزف کے" کہیں تقدیر، کہیں تدبیر کے قیدی بنے آخر ایک مشقت انگیز، اذیت ناک اور بے معنی زندگی گزار کر رخصت ہوں گے۔

اس ناول پر بہت لکھا گیا اور اسے بہت پر کھا گیا ہے کہیں یہ یونانی میتھالوجی سے منسلک نظر آتا ہے، کہیں کافکا کے ذاتی اور باطنی حیات کے کرب و تاریکی سے کہیں یہ سماجی ابتری کا استعارہ بنتا ہے کہیں تاریخ کے جبر اور عقائد کی سختی کا، عالمی ادب کی تنقیدی فکر میں کسی نے اسے پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی صورتحال کا تناظر سمجھا جہاں ان دیکھے نہ سمجھے ناکردہ جرائم اور فیصلوں کی سزا ساری انسانیت کو بھگتنا پڑی۔ اور انسان حقیر جانور اور کیڑوں مکوڑوں کی طرح خاک ہو گیا یہ جان ہی نہ سکا کہ اس نے جرم کیا کیا تھا؟ کسی نے اسے وجودیت اور لایعنیت کے تناظر میں دیکھا اور کسی نے بدحال سیاسی اور سماجی نظام کو نشان زد کیا۔ غرض اس کی لاتعداد تعبیریں متعین کی گئیں اور کی جا رہی ہیں۔ اور یہ سب تدبیریں اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے قابل قبول ہیں میری نظر میں یہ اتنی با معنی حساس اور مکمل لکھت ہے کہ جہاں بھی ذات انسانی گرداب کا شکار ہو گی، ذلت پستی، لاحاصل حیات، جبر استبداد کے مقابل شکست اور کائنات میں وجودِ انسانی کی حقیقت کا سوال اٹھے گا یہ ناول اس کا سب سے بڑا حوالہ بنے گا۔

اس عصری تناظر اور ناول "مقدمہ" کی سماجی صورتحال کو فیض صاحب جیسے آفاقی فنکار "لہو کا سراغ" کی صورت یوں مکمل کرتے ہیں۔

کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ

نہ دست و ناخنِ قاتل نہ آستیں پہ نشان

نہ سرخیِ لبِ خنجر نہ رنگِ نوکِ سناں

نہ خاک پر کوئی دھبہ نہ بام پر کوئی داغ

کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ

نہ حرف خدمت شاہاں کہ خون بہا دیتے

نہ دیں کی نذر کے بیعانہء جزا دیتے

نہ رزم گاہ میں برسا کے معتبر ہوتا

کسی علم پہ رقم ہو کے مشتہر ہوتا

پکارتا رہا بے آسرا یتیم لہو

کسی کو بحرِ سماعت نہ وقت تھا نہ دماغ

نہ مدعی نہ شہادت، حساب پاک ہوا

یہ خون خاک نشیناں تھا رزق خاک ہوا(16)

حواشی و حوالہ جات

1.https://www.goodreads.com

2.Reddit.r/Kafka

3.https://www.merriam-webster.com.

4.https://www.lexiconlearning.com

5.https://dictionary.cambridge.org

6.https://www.online-literature.com

7.https://www.online-literature.com

8. https://www.sparknotes.com

9.https://www.planetbook.com

10. https://files.libcom.org

11.https://chagharzai.files.wordpress.com

12.https://chagharzai.files.wordpress.com

13https://www.dawnnews.tv

14.https://www.rekhta.org

15.https://www.planetbook.com

16.https://www.rekhta.org